

THE OUDH PUNCH LUCKNOW
1925
WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED TO BUT HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS (ARISTOTLES)

لندن ڈائرکٹری

سالانہ شائع ہوتی ہے

پانچ زبانوں میں مقامی اور غیر ملکی کارخانوں و تاجروں کا ذکر ہوتا ہے لندن اور انگلستان کے دیگر شہروں اور سلطنت انگلشیہ آئرلینڈ براعظم یورپ افریقہ امریکہ ایشیا آسٹریلیا وغیرہ کے مشہور صنعتی مرکزوں کے

کارخانوں اور سوداگروں

سے براہ راست خط و کتابت اور معاملہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ نام و پتہ مع دیگر تفصیلات کے تین ہزار سے زائد تجارتی عنوانات کے ماتحت دیے گئے ہیں جن میں

باہر مال بھیجنے والے تاجر

جہاز پر جانے والے مال کی تفصیل مع مکمل پتہ بیرونی بازاروں کی تشریح کے ساتھ۔

جہازوں کے راستے

مع بندرگاہوں اور روانگی جہاز کے متعلق دیگر تفصیلات کی تشریح کے موجود ہے جو کارخانے اپنے تعلقات وسیع کرنے چاہتے ہیں!

ایجنسیوں کے خواہشمند

ہیں ان کا نام و پتہ ایک انچ میں مناسب عنوان کے ماتحت صرف

ایک پونڈ دس شلنگ

میں درج کر دیا جائے گا۔ بڑے اشتہاروں کا نرخ دو پونڈ فی صفحہ ہے جو صاحب ممالک غیر کی تجارت سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے یہ ڈائرکٹری بہت ہی کارآمد ہے اور اس کی ایک جلد صرف دو پونڈ آٹھ شلنگ کے ہمراہ موصول ہونے پر بذریعہ پارسل روانہ ہوگی۔

لندن ڈائرکٹری کمپنی لمیٹڈ ۱۸۱۴ء ایجورڈ لین لندن ای سی ۳ انگلینڈ

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو { کف۔ کھانسی۔ ہیضہ۔ دمہ۔ پیٹ درد۔ قے۔ دست۔ سنگرہنی۔ انفلوئنزا وبائی

کے امراض کے لئے خوش ذائقہ دوائی جو صرف پانی میں چند قطرے ڈال کر پینے سے فوراً جادو کا سا اثر کرتے ہیں۔

قیمت ۱۰ر ہر جگہ بکتا ہے

دودھ گڑ کیسری بچے دار کو پالنے کے جرثومے کو ختم کرنے والی لاثانی دوا قیمت ۲ر

بال سدھا بچوں کی کمزوری کو دور کر کے بدن کو مضبوط فربہ اور پھرتیلا بنانے والی میٹھی دوا قیمت ۱۰ر

ڈاک خرچ علیحدہ لگے گا

اپنے شہر کے دوا فروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب | **بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی**

سول ایجنٹ امرت چند اینڈ کو لکھنؤ

انسان سب کی نظروں سے پوشیدہ

رہ سب کو دیکھے اسے کوئی نہ دیکھے کتاب عجائبات زردی کامل عمل اور محبت اور بغض کے سیکڑوں عمل علوی عملیات ہزاروں کا مطیع کرنا اور فالنامہ جات وغیرہ اگر اس کی کسی بھی عمل غلط یا بے اثر ثابت کرے ۲۵ روپیہ ہوگا۔ ناظرین اودھ پنچ ایک جلد ضرور منگائیں اگر پسند نہ ہو حلفیہ قیمت واپس کر دوں گا۔ قیمت ۱؍ مع محصول

دوسرا طلسم حیرت جس کے سات دن پڑھنے سے معشوق [illegible]

نام [illegible] ہوتی ہے قیمت ۱؍

[illegible]

کوئی نیا معاملہ نہیں کہ آپ کو سمجھانے کی ضرورت پڑے

پچاس برس کی عمر کے تجربات ہیں کہ انگریزی گولیوں کے استعمال سے قبضیت کی شکایت اور اکثر خشکی پیدا ہو جاتی ہے... [illegible] کسی بھی ناجائز طریقہ کے علاج ہونے سے معدہ مقوی دماغ اور قوت اشتہا کو بڑی تقویت ملتی ہے [illegible] دستیاب ہو سکتا ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ۲؍ صرف ۵؍ پانچ ڈبیاں ۱۰؍ علاوہ محصول ڈاک۔

المشتہر

ویدشاستری پنی شنکر گووند جی جام نگر کاٹھیاوار

(ایجنٹ) امرت چند اینڈ کو چوک لکھنؤ

ہر بیماری کا علاج خود کر لو

جو صاحب اس ناموری قیمتی کتاب مجربات مسیحی مصنفہ حکیم مسیح الدولہ کا مطالعہ کر لیں گے وہ ایک بیماری کا علاج نہایت ہی عمدگی سے خود کر لیں گے اور اگر وہ چاہیں گے تو اسکے ذریعہ دوا و علاج میں سیکڑوں روپیہ کما لیں گے [illegible] وہ وہ نایاب نسخے مندرج ہیں جو کہ لوگوں میں تیار ہوتے اور شہرت کے قابل ہیں۔ قیمت فی کتاب مجلد [illegible] علاوہ محصول ڈاک۔ ایک ساتھ خریدنے پر ایک کتاب مفت۔

مفت لو جو صاحب [illegible] لوگوں کے نام مع پورے پتے کے لکھ بھیجیں گے ان کو چراغ صحت نامی رسالہ مفت بھیجا جائے گا۔

المشتہر منیجر دفتر چراغ حکمت علیگڑھ شہر (یوپی)

سیاحت ظریف

یعنی

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کا

منظوم سفرنامۂ عراق

عجب دلچسپ نظم ہے ہنسیئے اور شاعر کی شاعرانہ استادی سے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت فی جلد ۸ر علاوہ محصول ڈاک جس کو بذریعہ وی پی اور منی آرڈر بھیجنا ہے۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۰ نمبر ۴۶
مضامین غیب
مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۲۵ء

سیل تدقیق در سرۂ تحقیق

نمبر ۶
(تتمہ ۲۵ نومبر ۱۹۲۵ء)

ہمارے مہربان بیخود صاحب کو حوالے دینے کا دہنا ہو گیا ہے کہ کسی طرح پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ جب ہم خود ہی اپنے مضمون میں قائل ہیں کہ "جذبات" کی لفظ استعمال کرنے میں بے احتیاطی ہو گئی ہے اور اچھے اچھے پڑھے لکھے اسے بولنے لگے ہیں تو خواہ مخواہ وہ ان نظیروں سے تحقیق کی درس بارہ سر سودانیاں اُنڈیلنے سے کیا نتیجہ نکلا؟ یہی کہ سرے کی ریل پیل سے بقول بی نصیبن کے دو پٹے بیچ ہو گئے۔

شبلی و حالی کے ارتکاب سے غلط غلط ہی رہتا ہے صحیح نہیں ہو سکتا۔ جن امور کی طرف ہم نے سیل تدقیق نمبر ۵ میں اشارہ کیا ہے انھیں وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے باعتبار نظر الفاظ کی جانچ کی ہو۔ اصل یہ ہے کہ اہل فارس نے اکثر عربی الفاظ میں اسی طرح اسے تخفی بڑھائی ہے جس طرح اپنے خاص الفاظ میں جب ضرورت بڑھا دیتے ہیں مثلاً کاس عربی ہے ہمیں کلام عرب میں کہیں "کاسہ" کا سن نظر نہیں آیا اہل فارس نے کاس میں اسے تخفی بڑھائی علاوہ قیاس جذب میں بھی اسے تخفی لگائی کاس عربی میں مؤنث ہے اسی وجہ سے اسکی جمع کاسات و اکوس مکوس و کیاس موجود ہے۔ مگر "جذب" مؤنث نہیں ہے لہذا اسکی جمع "جذبات" نہیں پائی جاتی۔ اہل فارس نے کسی مقام پر کاس پر قیاس کرکے جذب یا جذبہ کی جمع جذبات اگر بنائی ہو تو سند پیش کرنی چاہیے۔ وہ "جذبہ" کی جمع بقاعدہ فارسی "جذبہا" بنا سکتے ہیں۔ اور ہمیں بھی اختیار ہے کہ اگر عجموں کی تصرف کی ہوئی لفظ اپنی زبان میں نقل کریں تو "جذبات نفس" کی جگہ "جذبہائے نفس" کہیں۔ اس قسم کی صدہا لفظیں ہیں اودھ پنچ کا پرچہ کوئی مکتب یا مدرسہ نہیں ہے کہ درس کا دروازہ کھلوا جائے۔ ورنہ ہم بفضل خدا اسپر قادر ہیں کہ ایسے صدہا عربی الفاظ پیش کر دیں جن پر عجموں نے تصرف کیا اور اہل ہند نے انھیں تصرف شدہ الفاظ کو عربی الاصل سمجھ کے عربی قواعد کی حد اُن پر جاری کر دی۔ اب یہ بیچارے ایسے گھپلے میں گرفتار ہیں جیسے تیتر اور مرغی کے میل سے نکلا ہوا بچہ جو نہ تیتر ہے نہ بٹیر۔ بیچ روں سوں بولتا ہے۔ آج کل کے نئے شاعر ہیں سے اکثر مجبور ہیں۔ وہ عدم تقلید زدہ ہوگئے ہیں انھوں نے غور و فکر سے کام لینا چھوڑ دیا ہے۔ اُن پر عربیت سوار ہے مگر عربی سے زری لگاؤ نہیں رکھتے۔ وہ فارسی کی بارکی سے واقف نہیں مگر جا بیجا فارسی نما الفاظ کا رعب دوسروں پر بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پست خیالی کی عیب پوشی غیر مانوس الفاظ سے کی جاتی ہے۔ صورت مطالب کا بھونڈا پن فارسی ترکیب کے برقع میں کم استعداد مطالعہ کرنے والوں کی نگاہ سے مخفی رہتا ہے۔ یہی ایک فوز عظیم ہے۔ ہوا بگڑی تو بگڑی۔ صحیح پیشگی اخر ہوا مستقیم پر بھی یہ غلطیاں تحاسی بال ہیں۔ انکی ارزانی دیکھ کے بڑے بڑے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ ناکارہ جنس کی خریداری کے بعد جو زیادہ محتاط اور صاحب فہم ہیں وہ یا تو اس سے کم استعمال ہی نہیں کرتے یا ایک آدھ مرتبہ استعمال کے بعد پھر اُسے نکاس دکھاتے ہیں گھر میں رہنے نہیں دیتے۔ مثلاً مولوی مرزا محمد ہادی صاحب ڈاکٹر پی ایچ ڈی نے عمر میں بربنائے شہرت دو جگہ "جذبات" کی لفظ استعمال کی۔ ایک جگہ عطف تفسیری کے ساتھ "ذہنی وجدانی کیفیتیں اور جذبات" دوسری جگہ صرف "جذبات" بغیر اضافت و ترکیب فارسی۔ مؤخر الذکر محل و قسائح بربنائے شہرت پر محمول ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اُنھوں کی ایک نئی منقول اصطلاح سمجھ کے لکھنے میں داخل کیا ہو۔ حضرت بیخود سے کوئی پوچھے ہم نے اسکا انکار کب کیا تھا کہ یہ لفظ بولی نہیں جاتی۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ بول چال میں داخل ہو گئی ہے مگر یہ نہ فارسی ہے نہ عربی۔ دوسرے یہ کہ وضع اصطلاح کا مستمسک ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ بیخود صاحب اپنے اساتذہ و معاونین کے ساتھ بھی ہمارے اس دعوے کو باطل نہیں کر سکتے" ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔

جناب طبا طبائی کی شرح سے بیخود صاحب نے اس شعر کی شرح نقل کی ہے ؎

جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

جناب طباطبائی لکھتے ہیں "میرے اشتیاق قتل میں ایسا جذب و کشش ہے کہ تلوار کے سینے سے اُسکا دم باہر کھنچ آیا" مگر وہ لکھتے وقت جیسے نہیں

کیا سنئے کہ غالب نے "جذبۂ شوق" کا جملہ لکھا اور (فارسیوں کی تقلید کی راہ سے) صحیح لکھا۔ مگر حضرت طباطبائی نے ترجمہ کی حالت میں بھی اصلی لفظ جذب ہی لکھا۔ اگر وہ "جذبہ" اور "کشش" لکھتے تو اُردو کے اہل زبان اُسے کھنچنے کے معنی ہی سمجھتے۔ اسلیے کہ اُردو میں جذبہ کھنچنے کو کہتے ہیں کشش مراد نہیں لیتے۔ بہر حال اگر حضرت بیخود اتنا سمجھانے پر بھی نہ سمجھیں تو ہم کوئی اجارہ دار نہیں انھیں اپنے قول فیصل کا اختیار ہے۔ ہم نے التجا کی تھی کہ خدا کے لیے اُردو کی جان پر رحم کیجیے۔ اگر یہ التجا قبول نہیں تو نہ سہی لیکن واضح رہے کہ سخن شناس کی نصیحت سے روگردانی ایک دن رنگ لائے گی۔

"جذبات" کے بارے میں خواہ مخواہ حسرت اوقات کے بعد حضرت بیخود ہمارے اس قول کو تسلیم کرتے ہیں کہ "یاروں" کا لفظ لکھنؤ میں بھی نفس متکلم پر دلالت کرتا ہے مثلاً "آنکھ کیوں مال یاروں کا" "زیادہ تر یوں کہتے سُنا ہے" "آنکھ کیوں مال دوستوں کا" حضرت بیخود اس قبول کے بعد یہ دعوے کرتے ہیں کہ غیر واحباب بھی "یاروں" میں داخل ہیں۔ خود سے کلام سے غیر و نفس کی تفصیل معلوم ہو جاتی ہے۔ ہمیں حضرت بیخود کا یہ جملہ دیکھ کے تعجب ہوا کہ "جناب طباطبائی با اتفاق بھی اس شعر کی شرح میں یاروں کا مقصد وہی سمجھے ہیں جو یہ ناچیز سمجھا" اے حضرت آپ سے یہ عادت کیونکر چھوٹی کہ طباطبائی صاحب جو کہیں وہ تو وہ اور آپ بھی تو غزلوں کو ترجمہ و شرح مطلب کی نقل اُتارنے کے بعد۔ چونکہ آپ کو (یعنی) اس عادت کے ترک میں مزید زحمت اٹھانی پڑی لہذا ہم بھی آپ کی خاطر سے اپنے عہدے ہیں اتنا تغیر منظور کرتے اور کہتے ہیں کہ زیادہ مواقع پر "یاروں" کا لفظ نفس متکلم پر دلالت کرتا ہے مگر جہاں احباب و صحاب مراد ہوتے ہیں وہاں کوئی قرینہ ویسا موجود ہوتا ہے جس سے مطلب قابل واضح ہو جائے مثلاً ۔

ساتھ مل دے کے اپنے یاروں کو
جینے کی بھی جیلی ماروں کو

یہاں اپنے کی قید۔ یا اس شعر میں ۔

ذرا مست ہے زندہ ستم غزل سے داغ لیکر ہو
مگر کیا کیجیے مجبور ہو دستار یاروں کا

دوستوں کی فرمائش اور اپنی مجبوری۔ ہم سمجھتے تھے کہ آپ "دامن عالم پناہ" دقیق خیزی کے کلیے سے واقف ہو گئے۔ خیر یہ غلط فہمی تھی جو کیجیے۔ ہم نے اس بات پر بخوبی غور کیا کہ حضرت طباطبائی کی شرح سے قبل دیوان غالب کی متعدد شرحیں موجود تھیں مگر ان میں سے ایک بھی ایسی نہ تھی جس نے توضیح مطالب میں شرح طباطبائی سے زیادہ جدت کا ثبوت دیا ہو یعنی بند اشعار کی دیوان غالب میں کمی نہیں مثلاً ۔

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکاں کھلا
جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

یا مثلاً ۔

وہ بیت مطلب مشکل نہیں فسون نیاز
دعا قبول ہو یارب کہ عمر خضر دراز

یا مثلاً ۔

بینائی ہے وبرشتہ ہو بہار سے
بال تدرو جلوۂ موج شراب ہے

یا مثلاً ۔

غنچہ ناشگفتہ کو برگ عافیت معلوم
باوجود دل جمعی خواب گل پریشاں ہے

اسی طرح کے دوسرے شعر ہیں جن میں شرح کرنے والوں نے خوب خوب "نئی کل" داد پیچیوں کی داد دی ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں :۔

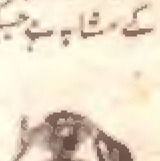
"غنچہ کیا ہے ناشگفتہ ہے" دوسرے صاحب اس شعر کی شرح میں فرماتے ہیں ۔ ساقی گری کی شرم کر دو آج اگر ساقی ہم جو نشہ میں گر پڑے ہیں تو گرنے کی شرم نکو کرنا چاہیے (ملخص)۔

مطالب سمجھا دینے کے بعد اسی نقش قدم پر آڑے ترچھے چلنا آسان ہے جو طالع اول نے اس جادے پر قائم کر دیے۔ ہم نے پہلے بھی اس بات کو اظہار کیا ہے اور بار بار کریں گے۔ حضرت بیخود اگر خود بھی اپنے دل سے پوچھیں تو ہمارے کلام کی تصدیق میں تامل کرے گا۔ شرح طباطبائی کو چھپے مدت ہوئی اہل فہم نے اسے دیکھا اور ہر شخص یہی سمجھا کہ حضرت طباطبائی نے علاوہ چند اعتراضات کے باقی ہو گیا غالب کو ۔۔۔

حفت سفت بہترین موقع

مردوں کے قابل رولڈ گولڈ پلیٹڈ پاکٹ لائٹ واچ

نئی وضع ٹھیک وقت دینے والی بہت عمدہ سوئزرلینڈ کی ساختہ گھڑی۔ بظاہر نہایت قیمتی گھڑی کے مشابہ ہے جسکی قیمت پچاس روپیہ یا اس سے زیادہ ہو گا رنگ پانچ سال ضمانت صرف ۔ روپیہ محصول بذمہ خریدار۔



مفت ایک قیمتی کاروش پن اور گھڑی کا چین ان اصحاب کو مفت دیا جائے گا جو قیمت مع ڈاک خرچ پیشگی روانہ کر دیتے ہیں۔ رعایت صرف چند ہفتہ کے لیے ہے۔ تمام خطوط شتیں پاینیر واچ کمپنی ۔ جی ۔ ٹی ۔ مدراس کے نام آنا چاہیے۔

قصور کی مشہور عالم خوشبودار مٹھی

دیگر تمام مٹھیوں کی نسبت خواہ کسی طریق سے حاصل بنایا جائے اعلیٰ درجہ کی لذیذ ہوتی ہے جسکو ہندوستان کے والیان ریاست اور دیگر روسا بکثرت منگواتے ہیں اگر ابھی تک آپ نے اسکو نہیں چکھی ہے تو ایک بار تحفتہ منگا کر ملاحظہ فرمائیے قیمت مع محصولڈاک وغیرہ فی سیر ۔ ۔
شیخ محمد بخش حبیب اللہ قصور (پنجاب)

متروکات سے مطلع کیا ہے مطلب سمجھانے کے جتنے طریقے ممکن تھے اختیار کیے۔ صرف حضرت بیخود ہی کی ذات والا صفات ہے جسکے نزدیک یہ ضروری توضیحات غالب پر ایراد کرنے کے مرادف ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضرت بیخود یہ رویہ اختیار نہ کرتے تو انکی شرح دیکھنے کی تکلیف شاید کوئی گوارا نہ کرتا۔ مفت محنت اکارت جاتی۔

آگے چل کے حضرت بیخود فرماتے ہیں کہ "حیرانی نگاہ تماشا کرے کوئی" مولانا ڈاکٹر مرزا محمد ہادی صاحب بی اے کا مصرعہ ہے۔ غالب کا مصرعہ یہ ہے "تو وہ نہیں کہ تجھکو تماشا کرے کوئی" مصرعہ کسی کا ہو یہاں قابل اعتراض یہ محاورہ ہے۔ مرزا صاحب کے ملنے والوں نے بارہا انکی زبان سے سنا ہوگا وہ اکثر فرماتے ہیں کہ میں نے غالب مرحوم کے دیوان کو سامنے رکھ کے غزل کی ہر طرح پر اصلاح مشق کی ہے جیسے کسی استاد کی وصلی سامنے رکھتے اور حروف کی نقل کرتے ہیں۔ ایک خط حیدرآباد بھیجدیجیے ہفتہ کے اندر ہی جواب آ جائے گا۔ جب وہ صرف یہ کہ میں نے محض تقلید کی ہے تو اصل اعتراض پھر حضرت غالب کے کلام پر وارد ہوگا جس کا جواب بیخود صاحب سے تا حشر ممکن نہیں۔ ہم نے کہا تھا "تماشا بازی گر کرتے ہیں" اور اب بھی یہی کہتے ہیں۔ یہ فارسی محاورے کا ترجمہ ہے اردو کے اہل زبان کبھی "دیکھتے ہیں" کی جگہ "تماشا کرتے ہیں" نہیں بولتے۔ اگر حضرت بیخود کے شاگرد کالج کے باہر کسی سے یہ کہیں کہ بیخود صاحب گھر ہی پر

بیٹھے تماشا کر رہے ہیں" تو ہر ایک سننے والا یہی سمجھے گا کہ بیخود صاحب نے کوئی نیا کھیل سیکھا ہے۔ اور شاید بیخود صاحب بھی اپنے شاگرد کی زبان سے یہ جملہ سن کے خوش نہ ہونگے۔

اصل یہ ہے کہ زمنی مشق ہے جو کچھ جی میں آئے کہ دیجیے۔ عیار جفاکار۔ شعبدہ باز۔ عشوہ ساز۔ ستمگر۔ کہنے پر سزا نہ ملی تو بازیگر بنانے پر بھی گوشمالی نہ ہوگی۔

حضرت بیخود سے چوک ہوئی انھوں نے لکھدیا کہ طغرا کا شعر ہے "بیک چشم بیند بہ شاہ و گدا" حضرت طباطبائی کی شرح میں ہے۔ ہم سے یہ بھول ہوئی کہ ہم "حیرانی نگاہ تماشا کرے کوئی" کو غالب کا مصرع سمجھے اعتراض صرف "تماشا کرے" پر تھا وہ غالب کے یہاں موجود ہے۔ مگر بیخود صاحب "بیک چشم بیند بہ شاہ و گدا" شرح طباطبائی میں نہیں دکھا سکتے۔ شرح طباطبائی میں ایک شعر ہے "شرمندہ آدمی گر بجائے تو ام" اور یہ "پائمال گدا" کی سند میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ فرمانا کہ "اگر اہل زبان سے غریب دلی والے مراد ہیں جن پر طباطبائی نے اپنی شرح میں لکھنؤ والوں کی تقلید واجب قرار دی ہے" فضول گوئی کی حد میں داخل ہے برا نہ مانیے "آپ غلط گوئی کے معتقد ہیں۔ اپنے عیوب کے مقابلہ میں دوسروں کے عیوب پیش کر دینے والا محقق نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر ہمارا یہ دعوےٰ ہے کہ آپ نہ لکھنؤ کی زبان سے واقف ہیں نہ دہلی کی زبان سے۔ بھلا مولوی نذیر اور مسٹر عبدالماجد بی اے کی زبان سے ادبیات میں استدلال کرنے والے کو تحقیق سے کیا سروکار۔ مولانا طباطبائی پر یہ اتہام ہے کہ انھوں نے دلی والوں پر لکھنؤ والوں کی تقلید واجب قرار دی ہے دلی ہو یا لکھنؤ ہر جگہ کے محاورات سماعی ہیں۔ وہ سابقین سے لاحقین تک پہونچے ہیں۔ ان میں جو شخص جرم تصرف و تغیر کا ارتکاب کرتا ہے مطعون ہو جاتا ہے مثال ہم اوپر دے آئے ہیں۔ اب آپ ایک کام کیجیے۔ سر راہ کھڑے ہو جائیے ہر آنے جانے والے سے پوچھیے۔

"کیوں میاں تم تماشا کرنے چلے ہو" دیکھیے کیا جواب ملتا ہے۔ جواب جو کچھ ملے اسے شائع کر دیجیے یا دو شائع کیجیے تو سمجھ لیجیے کہ اس جملہ کا جواب شافی مل گیا۔

"تو جناب نے کسی کا قول پیش نہیں کیا جس پر فخر ہو" جناب طباطبائی ناقل ہیں کہ مفتی صدر الدین خاں آزردہ دہلوی نے غالب کے اشعار پر کہا تھا "یہ دلی والوں کی زبان نہیں ہے" اسکے راوی سر سید مرحوم ہیں۔ سر سید کی صحبت کے لوگ ابھی موجود ہیں اُن سے پوچھیے۔ ہاں یہ دعوےٰ کہ

"مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ لفظ اسی معنی میں تیرے استاد کے یہاں نظم ہوا ہے"

اُس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک آپ کا علم غیر کے واسطے مفید نہ ہو۔ آپ کو تو کچھ بھی معلوم نہیں صرف اسقدر معلوم ہے کہ شرر صاحب کی زبان مستند ہے۔ عبدالماجد صاحب نے "معذبات" کی طرف فلسفہ کی اضافت دی ہے لہذا کرسی احمد رہاد کے جتنے محاورے ہیں سب صحیح ہیں جو کوئی انکی تقلید کرے وہ غالب کے دیوان کی شرح لکھنے کا پورا حق رکھتا ہے یہی "خوب معلوم ہونے" کا نتیجہ ہے کہ آپ جتنی سندیں پیش کرتے ہیں وہ سب ہمارے دعوے کو مستحکم بناتی ہیں چنانچہ آپ نے "داد کو پہونچنا" سے متعلق جو سندیں پیش فرمائی ہیں وہ بھی ہمارے کام کی ہیں۔ دیکھیے آپکا فقرہ یہ ہے "پھر مرزا کی بلند پروازیوں کی داد کو پہونچنا انکے بس کی بات کہاں"

ہمارا اعتراض یہ ہے کہ یہ محل داد دینے کا ہے نہ داد کو پہونچنے کا۔ آپ کو یہ کہنا چاہیے کہ مرزا کی بلند پروازی کی داد ایسے اشخاص نہیں دے سکتے۔ "داد ملنا اور داد پانا" ما بہ البحث نہیں ہے۔ "داد کو پہونچنا" سے بحث ہے۔ داد کو پہونچنا سے مراد ہرگز "داد دینا" نہیں ہے۔ سودا کے اس شعر کا ۔

پہونچیں گے اس چمن میں کبھی داد کو نہ ہم
جوں گل یہ چاک جیب سلامت نہ جائے گا

یہی مفہوم ہے کہ فریاد رسی ممکن نہیں۔ دوسرا شعر بھی یہی مفہوم رکھتا ہے ۔

گل داد عندلیب کو پہونچا تو کیا ہوا
فریاد کو مری ہے پہونچنا ترا عجب

تیسرے شعر کا بھی مفہوم یہی ہے کہ انصاف کا امکان نہیں ؎

کب تری داد کو پہونچے ہے فلک اے بلبل
زخم گل کو جو رکھے بخیہ و مرہم سے دور

حضرت میر بھی یہی فرماتے ہیں ؎

بھولو کوئی داد کو پہونچ
عاشق کی فریاد کو پہونچ

جن معانی میں "داد کو پہونچنا" پہلے مروج تھا انھیں معانی میں آجتک مروج ہے۔ لیکن آپنے "بلند پروازیوں کی داد کو پہونچنا" ان معانی میں استعمال نہیں کیا ہے۔ آپ کا جملہ دیکھنے کے بعد ہر شخص یہی کہے گا کہ یہاں "داد کو پہونچنا" سے مراد مطلب فہمی اور قدر شناسی ہے۔ انصاف وصل نہیں ہے۔ اس مقام پر مرزا مظلوم نہیں ہے۔ بلکہ آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دوسرا شخص اپنے قصور فہم کے باعث اُسکی بلند پروازیوں کی داد نہیں دے سکتا۔ قصور فہم بس کی بات نہیں ہے۔ یعنی فطری و جبلی ہے۔

حضرت آپ کے علم کا جب یہ حال ہے کہ ایسا ظاہر فرق سمجھ میں نہیں آتا تو ہم کیونکر آپ کے "ہمیں خوب معلوم ہے" کے دعوے کا اعتبار کریں؟ آپ نے قدما کے کلام پر بالکل غور نہیں فرمایا آپ بُری طرح اُنکے پیچھے پڑے ہیں یعنی ہمیشہ اپنی نادانی کی دلیل میں خواہ مخواہ ان کے مقصود کلام پر حملہ کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آتش نشاں پہاڑوں کی زد میں آنے والے یہی کرتے ہوں مگر یہ یہ دکھلانا۔

(باقی آئندہ)

واقف — ادبار الشعرا

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"پاؤں چکی باندھ کے ہرن نہ کودا ہوئے"

لال بجھکڑ نے کو طور دیکھ کے پہچان لیا تھا کہ اللہ میاں کا مرشد دانا امر مردانہ کا شوہر ہے یا

اتھی کے پاؤں کا نشان دیکھتے ہی فرمایا تھا ؎

لال بجھکڑ بوجھ گئے اور نہ بوجھا کوئے
پاؤں چکی باندھ کے ہرن نہ کودا ہوئے

اسی طرح ہمارے امریکن اخبار نویس بھی پہچان گئے کہ کچھ دال میں کالا کالا ہے "یعنے شاہ ایران کا عزل اور سردار رضا خاں کا نصب۔ برطانیہ کے حق میں مفید ہے" دلیل بھی کیا معقول ہے فرماتے ہیں کہ ایران میں تیل کا معدن ہے جہاں تیل ہوتا ہے یورپین طاقتوں کی نال گڑی ہے۔ جہاں تیل کی دھار دیکھنے والے اہل یورپ جمع ہوتے ہیں وہاں "فساد" کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ تیل کی دھار دیکھنے والی تین کمپنیاں ایران میں کوشش کر رہی تھیں ان میں سے دو نا کام رہیں ہاتھ چکنانے کا موقع نہ ملا البتہ اسٹینڈرڈ آئل کمپنی انگریزوں کی ہے اور اسی کو "پرائی جوتی چلنے اتم" کا زیادہ موقع ہے اسلیئے کہ سردار انگریزوں کا دوست ہے۔ امریکی اخبار نویس ہیں حاسد۔ تیل نکالنے کا سودا پورا نہوا تو لگے رشک کی دیا سلائی دکھانے۔ ان سے کوئی پوچھے کر رضا خاں "جمہوریت" کے تصدق میں اس درجہ تک پہونچا ہے بھلا جو بات ایران کے فائدے کے خلاف ہو اُسے منظور کرنے پر قادر ہی کب ہے؟ ایرانی جوانمرد انگریزوں کے جتنے مخالف ہیں اتنے کسی اور قوم کے نہیں ہیں۔ بفرض محال اگر انگریزوں سے مصالحت بھی ہو گئی تو قومی نقصانات کا لحاظ رہے گا۔

احمد علی شاہ قاچار برسر حکومت ہوتے تو دوستوں کی چکنی چپڑی باتیں زیادہ موثر ہو سکتی تھیں ان اخبار نویسوں نے یہ نہیں لکھا کہ شاہ معزول انگریزوں کے دوست تھے یا دشمن ہی۔

مردے کے بھیس میں زندہ

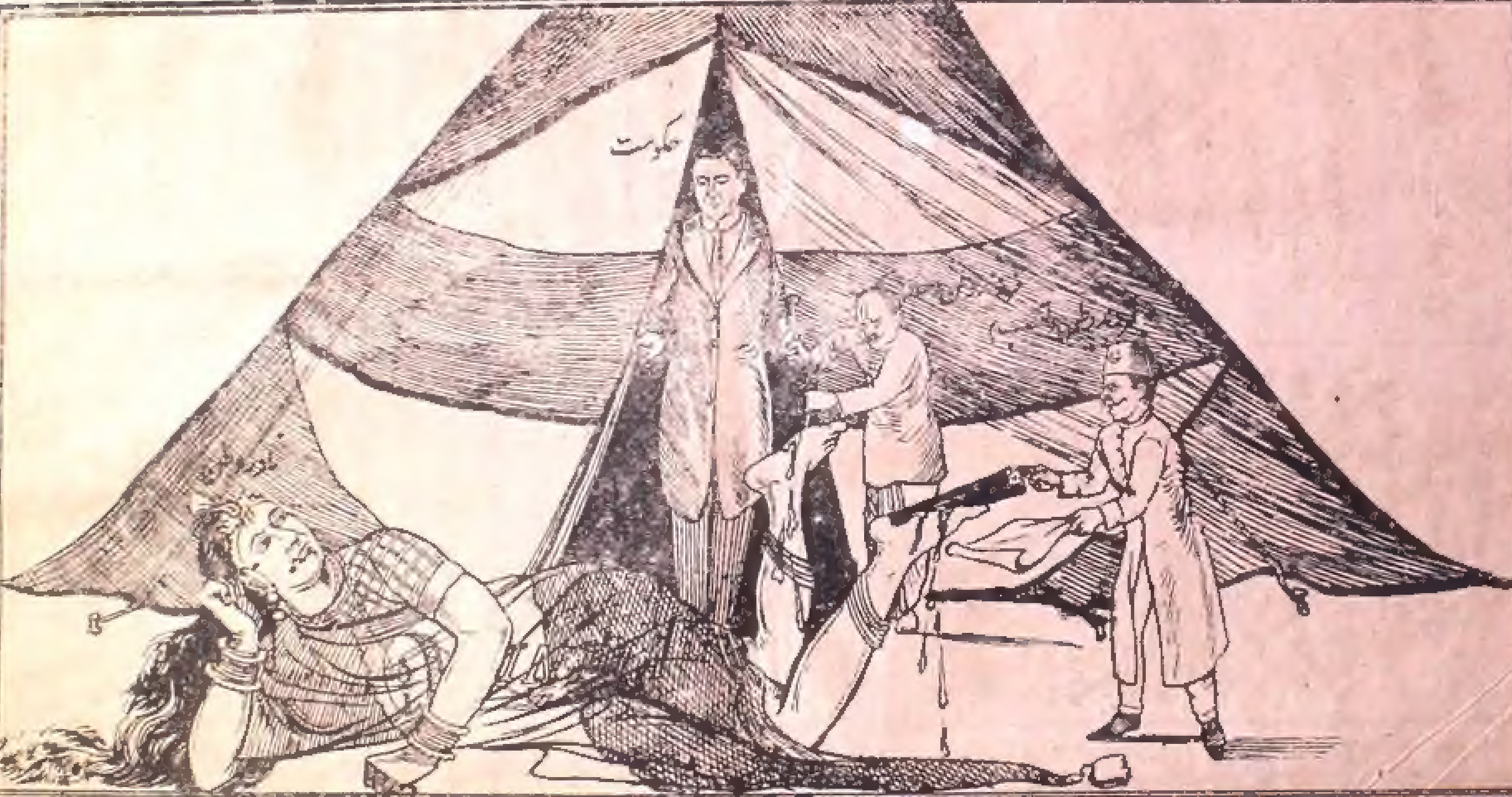
بعض چینی جاسوس امریکہ میں چوری چوری داخل ہونا چاہتے تھے امریکہ والے اللہ میاں کے یہاں سے پکڑوا لائے ہیں کہ سب کے گھروں میں خود گھسنے لگے مگر اپنے گھر میں کسی کو نہ آنے دے۔ لہٰذا ان چینی جاسوسوں نے مردے کا بھیس بدلا اور تابوت کے پارسل میں بیٹھ کے روانہ ہوئے مگر اتفاق کی بات کہ بھید بھی کھل گیا۔ بیچارے دھرے گئے۔ اور نا سوتے دھرے گئے جبکہ منزل مقصود پر زندہ پارسل پہونچ چکے تھے کسی شاعر نے اپنے عاشق کُش جفا دوست معشوق کے خوش کرنے کی یہ تدبیر کی تھی کہ مردہ بن کے چار کے کاندھوں پر سوار گلی میں سیر کرنے کی ٹھہرائی تھی اس خیال سے کہ شاید رام رام ست یا لا الہ الا اللہ کا شور سُن کے بام پر چلا آئے تو دیدار کی حسرت پوری ہو جائے۔ بیچارہ نالوں سے کہتا جاتا تھا:-

تابوت من آہستہ زکویش گزرانید

یہ چینی بھی شاید اسی شاعر کے شاگرد ہیں۔

لپکا

زنانی زبان میں لپکا اُس عادت کو کہتے ہیں جو طبیعت ثانیہ ہو جائے اور بلا ارادہ سرزد ہوتی رہے۔ دروزیوں کو جس طرح مقتول ہونے کا لپکا ہے اسیطرح قاتل بننے کا بھی لپکا ہے لیڈی فرانس کی جان سانسے میں ہے۔ بارہ ہزار قیدی بے بس بے کس جبل دروز پر فرانسیسی حکام کے قبضے میں تھے ان پر بزن شاید اس وجہ سے بولا گیا تھا کہ عبرت ہو گی اور دروزی اپنے ہتکھنڈوں سے باز آجائیں گے مگر تو بہ لپکا پڑنے کے بعد کہیں جاتا ہے؟ اب حال یہ ہے کہ دن دہاڑے فوجی چھاؤنی اور پولیس کی چوکی لوٹی جاتی ہے اور سیڈم ٹکر دیکھتی ہیں۔ لبنان میں گڑبڑ ہو رہی ہے اور کچھ بنائے نہیں بنتی۔ پل توڑے جاتے ہیں اور چندیا پر دھمک نہیں پہونچتی۔ بیروت کی سڑک رکتی ہے اور دل نہیں دھڑکتا۔ ہر گلی کوچے میں باغیانہ تقریریں ہوتی ہیں مگر سُستی ان سُنی ہو جاتی ہے باغیانہ تقریروں کے ساتھ اوزار ہتھیار بھی تقسیم ہوتے ہیں مگر پکڑنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ سچ ہے عاشق جفا پیشہ ہو تو معشوق ضرور کا ٹھہرا مارا ہوگا۔ اندیشہ ہے کہ غارت گر کہیں متاع حُسن نہ لوٹ لے جائیں



مادر وطن: آہ۔ ایک ہتھوڑا چلاتا ہے ایک آری چلاتا ہے۔ میں نگوڑی کیا کروں؟

حاکم اعلیٰ: میری طرف دیکھو۔ مرہم جلوۂ (تعاون) میرے پاس ہے؟

تو یہی سہی صورت بگڑے اور روزی کا ٹھیکرا بھی ہاتھ سے جائے۔ میڈم فرانس کو ہر کری خلافت کمیٹی بمبئی سے سبق لینا چاہیے۔ بڑے لیکے نے ان دہاڑیوں کو پہونچا دیا کہ اب کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ ہر اخواہ لاکھ لاکھ قرآن کا جامہ پہن کے آتے ہیں مگر ان تلوں تیل ہی نہیں۔

مقام غور ہے کہ جب دمشق میں میڈم فرانس کا بازار حسن ٹھنڈا ہو گیا جہاں پانچ چھ برس تک متواتر مستقل مشق ناز ہوتی رہی تو رلیف میں کیا حال ہوا ہوگا کیا معنے کہ اہل رلیف کو مثل اہل دمشق مرنے کا لپکا نہیں ہے وہ ہیں مارتے خاں اور یہ لپکا ہے جان لیوا۔ ایک ہی وار میں غمزہ نخرہ یاد نہیں رہتا۔

ناٹس گندہ

آدم زادوں کی بو دیوزادوں کی ناک میں جب جاتی ہے وہ کہتے ہیں "ناٹس گندہ آتی ہے"۔ اسی طرح جب لندن سے اس قسم کی خبریں پھیلتی ہیں کہ سر گلبرٹ کلائٹن ابن سعود سے بعد فراغ از جنگ نقدا نقد نصرت کا وعدہ کر چکے ہیں تو بوشناس اشخاص کہتے ہیں "ناٹس گن ہ ناٹس گندہ"

خبر کا خلاصہ یہ ہے کہ میاں ابن سعود جب تمام اپنے پڑوسیوں ہم قوموں مذہبیوں کمیوں کا خون بہانے سے فراغت پاؤ گے تو برطانیہ اپنے خزانۂ عامرہ سے معقول رقم تمھیں نذر دے گی۔ سرکاری طور پر اس خبر کی تکذیب کی جاتی ہے پھر بھی "ناٹس گندہ" سے خالی نہیں

حکایت

ایک صاحب خط لکھ رہے تھے دوسرے صاحب کنکھیوں سے عبارت پڑھ رہے تھے۔ کاتب نے خط میں لکھا "ایک نہایت نامعقول نامہذب شخص میری تحریر دیکھ رہا ہے اس وجہ سے مزید حالات نہیں لکھ سکتا" نگران صاحب کو طیش آیا کہنے لگے

یہ کیا آپ لکھ رہے ہیں کون سخرا آپ کا خط دیکھ رہا ہے۔ یورپ و امریکہ سے ہندوستان میں جو خطوط آتے ہیں وہ ایسی ترکیبوں سے کھول کے دیکھے جاتے ہیں کہ مکتوب الیہ کو گمان خیانت نہیں ہوتا۔ جن تحریروں میں لکھا ہوتا ہے کہ "برطانیہ خائن ہے امین نہیں ہے"۔ لوگوں کے خط پڑھ لیتی ہے یا ایسی ہی کوئی مرضی کے خلاف بات ہوئی تو ڈاک ضبط کر دی جاتی ہے۔ باینہمہ یہ دعوے ہے کہ "ہم امین ہیں کون سخرا خیانت کرتا ہے" دار العوام میں مسٹر جے اسکر نے اسی مطلب کا سوال نائب وزیر ہند سے کیا تو انھوں نے جواب دیا



"پاے در زنجیر پیش دوستاں"
چل نہ سکوں میرا کوڈن نام۔

ڈاکخانے کے قانون کی دفعہ ۲۶ کا منشا یہی ہے کہ حکومت ہنجیال تحفظ امن ہر شخص کی ڈاک کھولنے کی مجاز ہے ویسے اختیارات ہر گورنمنٹ کو حاصل ہیں۔ سوال کا جواب اسیقدر تھا مگر ہمارے نائب وزیر نے ایک ٹکڑا اپنی طرف سے بھی لگا دیا یعنے حضرت آخر آپ کیوں یہ گمان کرتے ہیں کہ ان اختیارات سے بیجا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ جناب وزیر صاحب سے کوئی پوچھے مسٹر جے اسکر نے کب کہا تھا کہ حکومت یہ قانون بیجا استعمال کرتی ہے؟۔ آپ شوق سے پرائے خط پڑھیے۔ بعض خطوط دلچسپ بھی ہونگے خصوصاً عاشق و معشوق کی تحریریں۔

روزہ بروز روز بندہ چند بروزہ

مرحوم مرزا عباس حسین ہوش اودھ پنچ کے قدیم نامہ نگار تھے انھوں نے قسمیں کھا کے اپنی آنکھوں دیکھی ایک حکایت بیان کی۔ یہ حکایت اگرچہ فطرت کے خلاف ہے لیکن کیا کیجیے ان کی قسم پر اعتبار نہ کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ مرحوم نے فرمایا کہ مجھے جوانی میں کبوتر پالنے کا شوق ہوا۔ دور دور سے عمدہ شیرازی اکٹھے جمع کیے۔ جہاں خبر پائی کہ اچھے شیرازی موجود ہیں تو کام چھوڑ کے وہاں پہونچا اور ہزار حیلے بہانے سے کبوتر حاصل کیے۔ کچھ روزوں تو نسل بڑھتی رہی مگر دفعتہ ایک کبوتر روز غائب ہونے لگا۔ دو تین دن کھوج لگانے میں صرف ہوئے کہ آخر یہ کبوتر کہاں غائب ہو جاتے ہیں مگر کوئی سراغ نہ لگا۔ طرفہ ماجرا یہ کہ ڈھابلی بند کی بند کوئی علامت خونریزی کی موجود نہیں۔ آخر تیسرے چوتھے روز میں نے عہد کر لیا کہ رات بھر جاگ کے بسر کروں گا۔ شب کا ابتدائی حصہ بات چیت میں گزرا جب سناٹا ہوا تو میں نے دیکھا کہ گھر میں جو بندر پلا ہوا تھا اور ڈھابلی کے پاس بندھا رہتا تھا آہستہ آہستہ کھڑا ہوا اور کوٹھے کی طرف دیکھ کے کہنے لگا "توں" اس "توں" کا جواب کوٹھے پر سے ملا "میاؤں" دو ایک دفعہ توں اور میاؤں کی تکرار ہوئی پھر بلی سائے کی طرح دیوار سے اتری اور سیدھی بندر کے پاس پہنچ گئی۔ میاں بندر صاحب نے شہد وعدہ یا جو نیز بلی سے کہا کا لا کیا فراغت کے بعد چپکے سے ڈھابلی کھولی اور کبوتر کی گردن اسطرح کچلا کہ وہ بیچارہ پھڑکا بھی نہیں۔ کبوتر نہایت عمدہ گل دار حدود سے درست قد آور تھا میرا دل پھڑ پھڑا گیا مگر صبر کیا اور دیکھنے لگا کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ میاں بندر نے کبوتر تو بلی کے منھ میں دیا اور اسطرح ڈھابلی میں تختہ لگایا کہ بالکل آواز نہ ہوئی بلی تحفہ خریجی پاتے ہی چلی میں پیچھے دوڑا کبوتر منھ سے چھوٹا اب میں نے کبوتر کی خبر لی کہ اس واقعے تماشبین بندر نے ڈنڈا سنبھالا ایسی خبر لی کہ ساری عاشقی نکل گئی۔

یہ حکایت اگر صحیح ہے تو ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ مرزا مہوش نے بندر کے حیوانی قوٰی پر قبضہ پانے کا موثر ذریعہ پیدا کیا یعنی اگر وہ ذرا سنبھل جاتے تو بیچارے مرزا کی ساری کمائی بندر صاحب کی تماشبینی میں اُڑ جاتی۔

ہمارے مہاتما گاندھی نے بھی آشرم میں بلیاں اور بندر پالے ہیں۔ بجلی کے شست اور شعلی ادا کی گردنے کے بعد آپ کہتے ہیں کہ شعلہ نکلے اگر صحت کا خوبصورت کبوتر تماشبینی پر قربان ہوا تو میں روزے رکھ کے طائر روح گربہ اجل کے حوالے کر دوں گا۔ اس قوا اور سیاوں کا موثر علاج اگر روزہ ہوتا تو ماہ صیام کے روزہ دار فاسقوں کے مزرع دل سے بدکاری کا بیج اب تک خاک سیاہ کر چکے ہوتے۔ آشرم کے سفت ور گستا نگر اور گستا نگرنیاں اس امر سے یقیناً بے پروا ہیں کہ مہاتما اُن کی تماشبینی پر اپنی روح کا کبوتر نچھاور کر دیں گے۔ گندھک اور آگ کا ساتھ خطرناک ہے انھیں اتنے فاصلے پر رکھنا چاہیے کہ فعل و انفعال میں کوئی لگ ڈور نہ ہونے پائے۔ نوجوانوں کے پہلو میں دل بھی ہے اور دل میں گناہ کی خواہش بھی کہیں ایسا نہ ہو کہ دو چار ایسے ہی واقعے سیاؤں اور قوں کے ہو جائیں۔ آج تو پونڈ وزن کم ہوا ہے تو کل اٹھارہ پونڈ گھٹے گا۔ آخر روزہ در روزہ اور بندہ چند روزہ کہنے کی نوبت آئے گی اور پیاپا لوجھ اٹھانے والے مہاتما اپنے وزن وتقل سے دھرتی ماتا کی پشت ہلکی کر دینے پر مجبور ہوں گے۔ وہی مثل ہوگی چڑیا اپنی جان سے گئی کھانے والوں نے سواد نہ پایا۔ اجی مہاتما ڈنڈا سنبھالو۔

نرمی

نواب سید عبداللہ خاں وزیر دہلی کے بعض برادری والے پہلے پہل دہلی میں وارد ہوئے۔ آپ جانیے بارہے کے رہنے والے۔ اکھڑ اُجڈ بھلا وزارت کا رکھ رکھاؤ کیا جانیں۔ انکی بے تکی باتوں کی اطلاع جب بادشاہ کو ہوئی تو حکم ہوا کہ دربار میں حاضر کرو۔ نواب عبداللہ خاں کی جان پر بن گئی کہ دیکھیں ان جنگلیوں کی بدولت کیا آفت نازل ہوتی ہے مگر حکم حاکم مرگ مفاجات۔ کرتے تو کیا۔ دونوں بھائیوں کو سمجھایا کہ دیکھیے نرم اور میٹھی میٹھی باتیں کیجیے گا وغیرہ۔ بس ہے پھر کبھی بیان ہوگی قصہ مختصر یہ کہ جب دونوں بھائی بادشاہ کے سامنے گئے تو بادشاہ نے ایک سے پوچھا سید صاحب کیسے مزاج مبارک تو آپ نے فرمایا۔ جی روئی۔ دوسرے سے مزاج پرسی ہوئی تو انھوں نے فرمایا: گڑ۔ بادشاہ متحیر ہو کر نواب عبداللہ کی طرف دیکھنے لگا نواب نے دست بستہ عرض کی کہ پیر و مرشد ان لوگوں سے غلام نے نرم زبانی و شیریں بیانی کی درخواست کی تھی وہ اسطرح قبول ہوئی۔

دہلی کے بادشاہ کو اتنی حیرت گڑ اور روئی کا نام سن کے نہ ہوئی ہوگی جتنی حیرت ہمیں یہ خبر سن کے ہوئی کہ لارڈ ریڈنگ نے چلتے چلاتے اپنے سخت رخ اقدام کو نرمی اور شیرینی سے بدل یا یعنے گورنمنٹ کو اپنے مخصوص اختیارات کا استعمال فرما کے ساڑھے تین فیصد محصول جو دیسی کپڑے پر عائد ہوتا تھا معطل فرما دیا۔ اللہ اللہ پچھر میں جونک لگی ملا کی سل موم ہوئی۔ سمندر میں جھکڑ اچلا۔ ایسے سے دودھ کی دھار نکلی۔ کنکر ملواموم ہو بنا۔ چونکہ خاص اختیارات کا مقصد و مصرف ہم نے صرف یہی دیکھا تھا کہ دنیا جو کچھ عرض معروض کرے اُسے ملیٹ کردو۔ بنگال آرڈیننس بحال ہوا اور ضرور ہو۔ نمک پر محصول بڑھے اور ضرور بڑھے۔ ملک چیخے یا چلائے جو حضور کے دل میں ہے وہ ہو کے رہیگا۔ انکی گورنری کی عمر کے اب پانچ مہینے باقی ہیں ممکن ہے کہ روئی کا محصول معاف کرکے نرمی دکھائی ہے تو نمک سے محصول ہٹا کے شیریں سخنی کا ثبوت بھی دیں۔ اگرچہ یہ تمنا ویسی ہی ہے جیسی کہ ایک تیلی کو تھی حضرت اپنی جالی کی ٹوپی دودھ کے ساتھ بالائی سمجھ کے نوش کرگئے ایک دن کے بعد چیل بگڑی لے گئی۔ ٹوپی جو پیٹ سے برآمد ہوئی تو بی بی سے کہنے لگے بی بی نگلے ہاتھوں پگڑی بھی دو ہضم ہو۔ بدلی پانی میں بھگا کے دہجل ہو جاتی ہے اور نمک گھل جاتا ہے۔ ممکن ہوئی پر جلاب کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ انکا شانزدہوں کا عمل خیاط و معانی مصرف میں بارہ صاد لگا دے۔ کیا اسکے کپڑے کے مقابلے پر اس کی محصول کا اثر بل از وقوع محسوس ہونے لگا ہے۔

المختصرات

التقائے متحرکین۔ بالڈون صاحب ہیں علم انگستان کی موٹر ایک مچھلیتے سے ٹکرا گئی۔ مسٹر بالڈون اور انکے خاندان کے سر سے کل بل مل گئی لیکن درحقیقت یہ ٹکر قدیم و جدید ترقی و تنزل اہمیت و وحشت کی ٹکر تھی۔ جھگڑا زنانہ جاہلیت کی یادگار ہے اسے ضرور نہ پہونچا موٹر چلکنا چور ہو گئی۔

لقمۂ سخت۔ اٹلی کے واسطے طرابلس۔ فرانس کے لیے مراکش اور شام۔ برطانیہ کے واسطے آئرلینڈ سوڈان و مصر اور موصل مشکل کی کان لقمۂ سخت ہے بالشوکی روز اس لقمہ کو اونٹ کی تیلی کر دیا ہے۔ ہے کوئی جو ان دانتوں سے فریاد سنے اور مدد کو پہونچے۔

اڈیٹر مسئول مدینہ سے چند سوالات

پنچ کی ظریفانہ تحریر سے تو بی میاں کہ جن پر چوٹ اور تنگ کرو اس بگڑا آئی ہوئی گڑ بڑیا ہوتی ہیں اسلیے ہم قاضی محمد محسن صاحب جلالی اڈیٹر مسئول مدینہ سے صاف صاف حسب ذیل چند سوالات کرتے ہیں جو مدینہ کی تحریر سے پیدا ہوتے ہیں جسکے نیچے ہی وادیاں کی پھیل ہو جلال آئی بلا کو ٹال آتو کیتی ہوئی نیچے آئیں اور میاں تم جیسے ہیں ہارے چلانے لگیں۔

(۱) کیا مقدمہ دفعہ ۱۲۴ (الف) تعزیرات ہند جو گورنمنٹ نے بربنا ایک اشاعت مدینہ آپ پر چلایا تھا گورنمنٹ کے بتائے ہوئے الفاظ میں آپ نے معافی مانگی تھی؟

(۲) کیا اس معافی میں یہ عہد بھی شامل تھا کہ آپ آیندہ گورنمنٹ کے خلاف پھر بھی ایسا نہ لکھیں گے؟

(۳) کیا آپ بحیثیت اڈیٹر مسئول مدینہ تبک اپنے اس عہد نامہ کے پابند اور ایک فریق معاہدہ مقابلہ